QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 01 Issue No: 04 (2024)

اجتہاد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریعی حیثیت

The Legislative Status of Prophetic Ijtihād (Peace Be Upon Him)

Aziz Ur Rehman Ariyan
Lecturer, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.
aziz.urrehman@ais.uol.edu.pk
Mahmood Akhtar
Lecturer, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan.
mahmood.akhtar@ais.uol.edu.pk
Ahmad Ur Rehman
Lecturer, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan
ahmad.rehman@ais.uol.edu.pk
Mahmood ul Hasan
Lecturer, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan
mahmood.ulhasan@ais.uol.edu.pk

Abstract

This research explores the legislative status of Ijtihād Nabawi (Prophetic Ijtihād) in the framework of Islamic law, highlighting its significance as a source of guidance for the Muslim Ummah. The concept of ijtihād, generally defined as the exertion of intellectual effort to derive legal rulings from the Qur'an and Sunnah, takes on a unique dimension when associated with the Prophet Muhammad ﷺ. Unlike the ijtihād of later jurists, Prophetic ijtihād holds an unparalleled position due to the Prophet's status as the recipient of divine revelation and his role as the supreme interpreter of Shariah. The study examines classical scholarly debates on whether the Prophet ﷺ engaged in ijtihād independent of direct revelation, and if so, the extent to which such ijtihād was subject to divine endorsement or correction. Qur'anic evidence, such as instances where the Prophet's decisions were later confirmed or adjusted by revelation, is analyzed to assess the harmony between human reasoning and divine guidance in Prophetic practice. Furthermore, this paper explores the jurisprudential implications of Prophetic ijtihād for contemporary Muslim societies, particularly in addressing novel legal and ethical challenges. By distinguishing between Prophetic actions based on revelation, personal judgment, and contextual considerations, the study clarifies the binding nature of these precedents in Islamic law. Ultimately, the research concludes that Prophetic ijtihād, while always in alignment with divine will, serves as a model of dynamic reasoning that bridges revelation with practical realities, offering enduring principles for Islamic jurisprudence.

Key Words: *Prophetic Ijtihād, Qur'an, Sunnah, Islamic Jurisprudence, Divine Revelation, Legislative Authority*

تعارف موضوع

اسلامی فقہ و اصولِ تشریع کی علمی دنیا میں بعض ایسے مباحث پائے جاتے ہیں جو نہ صرف علمی لحاظ سے باریک اور گہرے ہوتے ہیں بلکہ امت کی فقہی، اصولی اور سیرت نگاری کی روایت پر بھی دیرپا اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نہایت دقیق و بلند پایہ موضوع رسول اکرم ﷺ کے اجتہادات (Prophetic Ijtihad) اور ان کی تشریعی حیثیت سے متعلق ہے۔ یہ بحث نہ صرف اصولِ فقہ و اصولِ تفسیر کا مرکزی موضوع ہے بلکہ سیرتِ نبوی ﷺ اور سنتِ رسول ﷺ کے فہم و تطبیق کے تمام تر مناہج کو براہِ راست متاثر کرتی ہے۔ جب ہم شریعتِ اسلامی

کے ماخذات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور سنتِ نبوی ﷺ بنیادی و اوّلین ماخذات ہیں جن پر تمام فقہی، اخلاقی، معاشرتی اور قانونی احکام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ تاہم سنتِ نبوی ﷺ کی ساخت (structure) اور اس کی اقسام کے تعین میں ایک علمی و فکری سوال یہ ابھرتا ہے کہ: وہ اقوال و افعال جو نبی کریم ﷺ نے وحی صریح کے بغیر اپنی ذاتی بصیرت، اجتہادی رائے اور دینی شعور سے انجام دیے ان کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟ یہ سوال اس لیے نہایت اہم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت محض شارع (Lawgiver) کی نہیں بلکہ مربی، مصلح، قاضی، سیاسی قائد، جنگی حکمت کار اور انسانی سطح پر فیصلے صادر کرنے والے کی بھی تھی۔ آپ کی شخصیت کی ہمہ گیریت ہی اس سوال کو مزید پیچیدہ اور اہم بناتی ہے کہ آپ کے اجتہادی اعمال کو شریعت کا مستقل حصہ سمجھا جائے یا نہیں؟ کیا آپ ﷺ بطور بشر و نبی اجتہاد کرنے کے مجاز تھے؟ اگر ہاں تو کیا وہ اجتہادات بذاتِ خود تشریعی اتھارٹی رکھتے ہیں یا جب تک وحی سے ان کی تصویب (Divine Approval) نہ ہو ان کی حیثیت محض بشری رائے تک محدود ہے؟ یہ موضوع فقہ اسلامی کے بنیادی اصول "تشریع" کی نوعیت سے بھی جڑا ہوا ہے۔ اگر نبی ﷺ کا اجتہاد بذاتِ خود تشریع ہے تو پھر اجتہاد و وحی میں حدِ فاصل متعین کرنا لازم آتا ہے۔ اور اگر اجتہاد کو غیر تشریعی یا مشروط تشریعی مانا جائے تو پھر فقہاء کے نزدیک سنت کی حجیت، اجتہاد کی حدود اور اتباع کی نوعیت از سرِ نو تعین پاتی ہے۔

یہ مسئلہ نہ صرف اصولیین کی کتب کا مرکزی موضوع رہا ہے بلکہ سیرت نگاروں، محدثین، مفسرین اور ماہرینِ فلسفہ و کلام کے ہاں بھی اس پر مفصل مباحث موجود ہیں۔ اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يجتهد في الحكم فإذا أخطأ نزل الوحي لتعديله وإذا أصاب نزل الوحي لتثبيته

رسول اللہ ﷺ اجتہاد فرماتے اگر خطا ہوتی تو وحی اصلاح کرتی اور اگر صواب ہوتا تو وحی تصویب کرتی[1]

یہ قول اس حقیقت کی جانب رہنمائی کرتا ہے کہ نبی ﷺ کا اجتہاد ایک ایسا منصوص و محفوظ عمل تھا جو نہ تو عام بشری اجتہاد کی طرح خطا سے معرض خطر میں تھا اور نہ ہی اس کی حیثیت محض رائے یا قیاس پر مبنی تھی بلکہ وہ وحی کی سرپرستی میں واقع ہوتا تھا۔[2]

یہاں ایک اور اہم نکتہ بھی ابھرتا ہے اور وہ یہ کہ اگر نبی کریم ﷺ کا اجتہاد شریعت کا جزء ہے تو بعد از نبوت امت کے مجتہدین کو اس اجتہاد کی نوعیت اس کی تصویب یا تردید اور اس سے مستنبط اصول و قواعد کو سمجھنے کی کتنی اہم ضرورت ہے۔

یہ تحقیق اسی بنیاد پر کی جارہی ہے کہ: نبی کریم ﷺ کے اجتہادات کی اقسام کیا ہیں؟

ان کی تشریعی حیثیت کس درجہ کی ہے؟

کیا اجتہادِ نبوی ﷺ شریعت کے مستقل مآخذ میں شمار ہوتا ہے؟

امت کے لیے ان کی اتباع کس حد تک واجب یا مستحب ہے؟

اور ان اجتہادات کو وحی کی تصویب یا عدم تصویب کے بعد کس قانونی درجہ میں رکھا جائے گا؟

[1] الرسالہ للشافعی، ص405

[2] حوالہ: شاطبی، الموافقات، جلد 4، ص282

3. الآمدی، علی بن محمد۔ الاحکام فی اصول الآحکام، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ص 173۔

یہ سوالات صرف نظریاتی سطح پر نہیں بلکہ عملی فقہ، اصولی قواعد، جدید اجتہادی مناہج اور سیرت فہمی کی بنیاد پر بھی نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔رسولِ اکرم ﷺ کو شارعِ اول اور مصدرِ تشریع کی حیثیت حاصل تھی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حلال و حرام کی تحدید و تفصیل کا اختیار عطا ہوا، اور یوں آپ ﷺ کے ارشادات و افعال بذاتِ خود حجتِ شرعیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس تناظر میں جب اجتہادِ نبوی ﷺ پر بحث کی جاتی ہے تو اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ کے اجتہادی اختیار کی نفی یا اثبات کیا جائے معاذ اللہ بلکہ اس بحث کا بنیادی مقصد آپ ﷺ کے منصبِ نبوت کی وسعت اور مقامِ شریعت میں آپ کے اجتہادی کردار کی علمی توضیح و تعبیر ہوتا ہے۔

علمی حلقوں میں بعض اہلِ فکر و نظر اجتہادِ نبوی کو آپ ﷺ کی علمی عظمت اور فکری رفعت کا مظہر قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک، آپ ﷺ کا اجتہادی کردار صرف جائز ہی نہیں بلکہ بعض مواقع پر عین فریضہ بھی تھا۔

تین زاویہ ہائے نظر سامنے آتے ہیں:

1. اجتہاد کی اجازت (جواز)

2. اجتہاد کا لازم ہونا (وجوب)

3. اجتہاد کا وقوع (صدور)

1۔اجتہادِ نبوی کے جواز پر مکاتبِ فکر

جمہور علماء کا مؤقف

علماءِ اصول کی غالب اکثریت کا رجحان اس بات کی جانب ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے عقلاً اجتہاد کی اجازت مسلم ہے۔امام آمدی اس اختلاف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ: علما کے مابین یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا نبی اکرم ﷺ کو غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی اجازت حاصل تھی یا نہیں۔امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابو یوسفؒ اس کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ اجتہاد فرمایا کرتے تھے، جبکہ ابو علی جبائی اور ان کے صاحبزادے ہاشمؒ نے اس کا انکار کیا ہے۔امام شافعیؒ نے احتیاطی انداز میں جواز کا موقف اپنایا، اور امام ابن عبد البرؒ و ابو الحسین بصریؒ نے بھی جواز کے نظریے کی تائید کی ہے۔ بعض دیگر فقہاء کا خیال ہے کہ اجتہاد کا دائرہ محض عسکری و دنیاوی امور تک محدود تھا، اور شرعی احکام میں آپ ﷺ اجتہاد نہیں فرماتے تھے۔

ان آرا کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تین تصورات ابھرتے ہیں:

جمہور محدثین و اصولیین (اور بعض معتزلہ) اجتہاد کے جواز کے قائل ہیں۔

بعض جہمیہ اور معتزلہ کی آراء میں اجتہاد کی ممانعت پائی جاتی ہے۔

ایک طبقے نے اجتہاد کو محض جنگی و انتظامی امور تک محدود تصور کیا اور شرعی معاملات میں اسے غیر جائز کہا۔

ابو اسحاق الشیرازیؒ کی رائے: امام ابو اسحاق الشیرازیؒ فرماتے ہیں:

جب مجتہدینِ امت کو اجتہاد کی اجازت حاصل ہے، تو نبی اکرم ﷺ جو سب سے اعلیٰ درجے کے مجتہد ہیں، ان کے لیے بطریقِ اولیٰ اجتہاد جائز ہوگا۔نئے اور نازل شدہ مسائل میں آپ ﷺ کا اجتہاد کرنا بعید از عقل نہیں بلکہ تشریعی بصیرت کی دلیل ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

فخر الدین رازیؒ کا تحقیقی زاویہ: امام فخر الدین رازیؒ اس بحث میں نہایت نکتہ سنجی سے حصہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام شافعیؒ کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے اقوال میں وہ احکام بھی شامل ہو سکتے ہیں جو اجتہاد کے نتیجے میں صادر ہوئے ہوں۔ یہ مؤقف امام ابو یوسفؒ نے بھی اپنایا۔ تاہم ابو علی جبائی اور ان کے بیٹے ابو ہاشمؒ اس نظریے کے مخالف ہیں۔ کچھ علمانے اجتہاد کو صرف عسکری معاملات تک محدود کیا ہے، جبکہ دینی احکام میں اسے قابلِ نفی جانا ہے۔ اکثر محققین نے اس نازک مسئلہ میں توقف کو راجح قرار دیا ہے۔ امام رازیؒ کا انداز استدلال امام آمدیؒ کی نسبت زیادہ نکتہ سنج اور احتیاط پر مبنی ہے کیونکہ وہ اجتہاد کے عقلی جواز کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے وقوع پر توقف اختیار کرتے ہیں۔

امام فیروزآبادیؒ کی توجیہ :

فیروزآبادیؒ نے اجتہادِ نبوی کو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے تشریعی دائرہ کار میں شامل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کے لیے نوازل (جدید مسائل) میں اجتہاد کے ذریعہ فیصلے صادر کرنا جائز ہے۔ تاہم ہمارے بعض علما اور کچھ معتزلہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔

امام شوکانیؒ کی علمی تحقیق:

امام شوکانیؒ اس مسئلے پر نہایت گہری بصیرت سے روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: علما کا اس امر پر اجماع ہے کہ عقلاً انبیاء کے لیے اجتہاد جائز ہے، جیسا کہ مجتہدینِ امت کے لیے جائز ہے۔ اس اجماع کو ابن فورکؒ اور استاد ابو منصورؒ نے نقل کیا ہے۔ اسی طرح دنیاوی و حربی معاملات میں انبیاء کے اجتہاد پر بھی اجماع منقول ہے، جسے سلیم رازی اور ابن حزمؒ نے بیان کیا ہے۔[3]

شوکانیؒ کے ہاں اجتہاد کے دو دائرے نمایاں طور پر نظر آتے ہیں:

عقلی سطح پر انبیاء کے اجتہاد کا جواز: جو کہ ایک نظری مباحثہ ہے اور علمی حلقوں میں زیرِ بحث رہتا ہے۔

عملی سطح پر دنیاوی و عسکری امور میں اجتہاد کا اثبات: جو کہ ایک معتبر روایت پر مبنی اور قابلِ قبول مؤقف ہے۔

اس کے ضمن میں انہوں نے اجتہادِ نبوی کی چند مثالیں بھی ذکر کی ہیں:

قبیلہ غطفان سے مدینہ کے کھجوروں کے بدلے صلح کی پیشکش، جسے صحابہ کے مشورے پر ترک کر دیا گیا۔

ناپ تول کے معاملات میں اہلِ مدینہ کو مشورہ دینے کے بعد یہ فرمانا کہ: "تم دنیا کے معاملات کو مجھ سے بہتر جانتے ہو۔"

[3] الشیرازی، ابو اسحاق۔ اللمع فی اصول الفقہ، بیروت: دار ابن کثیر، ص134۔

علم الأصول، بیروت: المکتبۃ العصریہ، ص906۔

رازی، فخر الدین۔ المحصول فی. فیروزآبادی۔ تلقیح ثمار المدینۃ، ص451۔

شوکانی، محمد بن علی۔ إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول، ص181۔

سرخسی، أصول السرخسی، لاہور: المعارف النعمانیہ، 1981، ج2، ص91

ایضاً، ج2، ص94

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اجتہادِ نبوی کے جواز پر جمہور علما متفق ہیں تاہم اس کے وقوع پر مکمل اجماع نہیں پایا جاتا۔ بعض محققین عقلی واصولی دلائل کی بنا پر جواز کو تسلیم کرتے ہوئے صدورِ اجتہاد کے حوالے سے محتاط طرزِ فکر اپناتے ہیں۔ دیگر اہلِ علم، خاص طور پر شوکانیؒ، شیرازی اور رازیؒ کی آرا اجتہادِ نبوی کی تشریعی اہمیت اور اس کی حدود و دائرہ کار کے تعین میں راہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ کا موقف

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

عقلاً نبی کریم ﷺ کے لیے اجتہاد اور قیاس سے حکم دینا جائز ہے، جیسا کہ جمہور کا قول ہے۔ البتہ بعض علمانے اس کے جواز کی نفی کی ہے۔ جہاں تک شرعی جواز کا تعلق ہے، تو اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ، اکثر شافعیہ اور ابن بطہؒ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو اجتہاد کا شرعی اختیار حاصل تھا، جبکہ بعض دیگر علما مثلاً عکبریؒ، جبائیؒ، ان کے فرزند اور بعض شافعیہ نے اس کی نفی کی ہے۔ عبد الجبار بن احمدؒ بھی اسی رائے کے قائل ہیں۔

علامہ سرخسی کا موقف

سرخسیؒ اجتہاد نبوی ﷺ کی نوعیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ کے لیے جو اجتہاد نصوص سے رائے کے ذریعے استنباط پر مبنی ہو، وہ در حقیقت وحی کے مشابہ ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کسی بھی خطا پر باقی نہیں رہتے تھے، اور اگر اجتہاد میں کوئی خطا ہو بھی جاتی تو وحی کے ذریعے اس کی اصلاح کر دی جاتی تھی۔ اس لیے آپ کے اجتہادی اقوال بھی حجتِ قطعیہ شمار ہوتے ہیں۔"[2]

علم و فہم کی برتری کے تناظر میں اجتہاد کی معقولیت

سرخسیؒ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اجتہاد کا دارومدار نصوص کے معانی کے فہم پر ہوتا ہے اور نبی اکرم ﷺ اس فہم میں سب سے برتر و اعلیٰ تھے۔ آپ کو حتیٰ کہ متشابہات کا علم بھی حاصل تھا، جس کا ادراک بعد میں آنے والے کسی امتی کے لیے ممکن نہیں۔ لہٰذا ایسی اعلیٰ استعداد کے باوجود اگر اجتہاد کی اجازت نہ دی جائے تو یہ گویا ایک طرح کی حد بندی اور روک ہے جبکہ اجتہاد کی اجازت دینا آزادی کا مظہر ہے۔ اور یہی مقامِ نبوت کے شایانِ شان ہے۔

جوازِ اجتہاد کے موقف کی تین علمی تقسیمات

مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں اجتہادِ نبوی ﷺ کے مسئلے میں علما کے تین بنیادی نظریات سامنے آتے ہیں:

1. پہلا نظریہ: جوازِ اجتہاد

یہ نظریہ جمہور علما کا ہے، جن میں احناف، مالکیہ، اکثر شافعیہ اور بعض معتزلہ شامل ہیں۔ ان کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کے لیے اجتہاد کرنا نہ صرف عقلاً ممکن بلکہ شرعاً جائز بھی ہے۔

2. دوسرا نظریہ: عدمِ جواز

اس نظریہ کے علمبردار ابو علی جبائیؒ، ان کے فرزند ابو ہاشمؒ، اور بعض دیگر معتزلہ ہیں۔ ان کے مطابق:

نبی اکرم ﷺ کے لیے احکامِ شرعیہ میں اجتہاد کرنا جائز نہیں۔

البتہ دنیاوی اور جنگی معاملات میں آپ ﷺ کا اجتہاد کرنا جائز ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

علامہ شوکانیؒ نے بھی جنگی و دنیاوی امور میں اجتہاد پر اجماعِ عقلی نقل کیا ہے۔ اس کی تائید قرافیؒ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے:

اختلاف فتاوی (شرعی احکام) میں ہے، جہاں تک قضایا یعنی دنیاوی فیصلے ہیں، ان میں اجتہاد بالا جماع جائز ہے۔

اسی طرح اسنویؒ کا بیان ہے:

قضایا اور تنازعات کے فیصلوں میں نبی کریم ﷺ سے اجتہاد کے وقوع پر علما کا اجماع ہے۔

اور عبد العزیز بخاریؒ فرماتے ہیں:

تمام علما کا اتفاق ہے کہ دنیاوی و جنگی معاملات میں نبی اکرم ﷺ رائے سے کام لے سکتے تھے۔

۴۔ تیسرا نظریہ: مکمل نفیِ اجتہاد

یہ نظریہ ابن حزم ظاہریؒ کا ہے، جو اجتہادِ نبوی ﷺ کے سخت مخالف ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

جو یہ گمان کرے کہ نبی ﷺ غیر منصوص شرعی احکام میں اجتہاد کرتے تھے، وہ کفرِ عظیم کا مرتکب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

'میں صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے

ابن حزمؒ مزید لکھتے ہیں:

اگر نبی ﷺ وحی کے بغیر دین میں کسی چیز کو واجب کرتے، تو یہ اپنے رب پر افتراء ہوتا۔ اللہ نے آپ ﷺ کو اس سے محفوظ رکھا ہے۔ اس بنا پر یہ واضح ہو گیا کہ آپ صرف وحی کی بنیاد پر احکام صادر فرماتے تھے، لہٰذا رائے و قیاس کی بنیاد پر اجتہاد کا تصور باطل ہے۔

ابن حزمؒ نے یہ موقف تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اپنایا ہے اور سورہ مائدہ کی آیت ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ:

ہر نبی صرف اسی شریعت کی اتباع کرتا تھا جو اس پر وحی کی صورت میں نازل ہوئی تھی۔

تاہم، ابن حزمؒ بھی جنگی اور تدبیری امور میں نبی اکرم ﷺ کے اجتہاد کی بالواسطہ گنجائش رکھتے ہیں، جیسا کہ جبائیہ کے موقف میں بھی دکھائی دیتا ہے۔

ان تفصیلی بیانات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

1. جمہور فقہا کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے لیے اجتہاد عقلاً و شرعاً جائز ہے حتیٰ کہ بعض کے نزدیک واجب بھی ہے۔
2. بعض علما (جبائیہ، ابوہاشم وغیرہ) صرف دنیاوی و جنگی معاملات میں جواز کے قائل ہیں جبکہ شرعی احکام میں اجتہاد کے منکر ہیں۔
3. ابن حزم ظاہریؒ جیسے علما اجتہادِ نبوی کے جواز کو کلیتاً رد کرتے ہیں اور صرف وحی کو ماخذِ شریعت قرار دیتے ہیں۔

موضوع کی ضرورت و اہمیت

اسلامی فقہ و اصول التشریع کا فکری ڈھانچہ جس بنیادی محور پر استوار ہے وہ قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ اجتہاد پر بھی قائم ہے۔ لیکن اجتہاد کی فقہی تعریف و تطبیق میں ایک ممتاز و منفرد درجہ رسول اللہ ﷺ کے اجتہادات کا ہے جنہیں اجتہاد نبوی ﷺ کہا جاتا ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اس موضوع کی ضرورت و اہمیت کئی مختلف جہات سے ثابت ہوتی ہے جنہیں ہم درج ذیل علمی نکات کے تحت تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

1. سنت کی حجیت کے دائرے کا تعین:

نبی کریم ﷺ کی سنت شریعت کا دوسرا بنیادی ماخذ ہے۔ لیکن سنت کی اقسام میں فرق کرنا اور یہ سمجھنا کہ کون سی سنت تشریعی ہے اور کون سی عادی یا عرفی، ایک نہایت دقیق اور اہم علمی مسئلہ ہے۔

اگر نبی ﷺ کے اجتہادی افعال کو بلا قید تشریعی مانا جائے، تو سنت کے دائرے میں وسعت اور بعض اوقات افراط پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اگر ان اجتہادات کو کلیۃً غیر تشریعی کہا جائے تو سنت کے حقوق مجروح ہوتے ہیں۔

2. اصولِ فقہ میں "تشریع" کی تعریف اور تحدید:

اجتہاد نبوی ﷺ کی حیثیت متعین کرنا اصولِ فقہ کے اس بنیادی سوال سے جڑا ہوا ہے کہ:

تشریع کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے یا نبی کو بھی تشریعی حیثیت میں اجتہاد کا حق حاصل ہے؟

یہ سوال اس لیے اہم ہے کہ اگر نبی ﷺ کے اجتہادات کو تصویبِ الٰہی کے بغیر بھی تشریع کا درجہ دے دیا جائے تو یہ خدائی تشریع کی حاکمیت کے اصول کے خلاف ہو گا۔ اور اگر ہر اجتہاد کو غیر تشریعی قرار دیا جائے تو سنت کا دائرہ محدود ہو جاتا ہے۔[4]

3. فہمِ سنت اور استخراجِ احکام کی بنیاد:

فقہاء و اصولیین جب سنت سے احکام مستنبط کرتے ہیں تو سب سے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ "کیا یہ فعل تشریعی حیثیت رکھتا ہے؟

مثلاً صلح حدیبیہ میں شرائطِ صلح کو قبول کرنا بدر کے قیدیوں کو فدیہ کے بدلے چھوڑنا، یا حُنین میں مالِ غنیمت کی تقسیم یہ تمام واقعات ایسے ہیں جن میں نبی ﷺ نے بطور مجتہد فیصلہ فرمایا۔ اب ان سے فقہی اصول اور احکام نکالنے کے لیے یہ جاننا لازم ہے کہ یہ اجتہاد تشریعی حیثیت رکھتا ہے یا صرف وقتی تدبیر تھی۔[5]

4. تقلید و اجتہاد کے مابین حدود کی تعیین:

نبی کریم ﷺ کے اجتہادی افعال کو اگر سنتِ تشریعی تسلیم کیا جائے تو بعد کے مجتہدین کے لیے ان کی پیروی اور تقلید لازمی ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ اجتہادات صرف تدبیری فیصلے تھے تو ان سے اصول اخذ تو کیے جا سکتے ہیں، مگر ان کی بلا فصل تقلید ضروری نہیں رہتی۔

یہی نکتہ بعد کے مجتہدین، ائمہ اربعہ، اور اصولیین کے لیے اجتہاد و تقلید کی سرحدوں کو متعین کرتا ہے۔[6]

---

[4] حوالہ: امام ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، جلد 19، ص 21

حوالہ: ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، أصول الفقہ الإسلامي، جلد 1، ص 118

حوالہ: امام غزالی، المستصفی، جلد 1، ص 144

[6] حوالہ: ڈاکٹر محمد طاہر منصوری، معاصر اجتہاد کا فکری و اصولی جائزہ، ص 88

ابن تیمیہ، المسودۃ فی أصول الفقہ، قاہرہ: دار المدنی، 1983، ص 451

قرافی، احمد بن ادریس، شرح المنہاج، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 1985، ج 30، ص 194

اسنوی، جمال الدین، شرح الاسنوی علی المنہاج، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 1984، ج 3، ص 194

ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، فیصل آباد: ضیاء، 1404ھ، ج 5، ص 133

ایضاً، ج 5، ص 137

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

5. جدید مسائل میں نبوی نمونہ کی ضرورت:

آج کے دور میں معاصر اجتہاد (Contemporary Ijtihad) اور "مقاصد الشریعۃ" کے تناظر میں فقہاء کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اجتہادی منہج کی تقلید درکار ہے۔ لیکن یہ تقلید اس وقت مؤثر ہوتی ہے جب ہمیں واضح ہو کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کون سے افعال اجتہادی تھے، اور ان کی حیثیت کیا تھی؟ مثلاً: ماحولیات کا قانون, سیاسی معاہدے, اقلیتوں کے حقوق, بین الاقوامی جنگی اخلاقیات یہ سب وہ میدان ہیں جہاں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اجتہادی اسلوب سے رہنمائی لینا ممکن ہے بشرطیکہ ہم ان اجتہادات کی تشریعی حیثیت کو بخوبی سمجھیں۔[7]

6. اہلِ حدیث و اہلِ فقہ کے درمیان پُل:

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اجتہاد کی حیثیت کے تعین سے اہل الحدیث اور اہل الرائے کے درمیان پائے جانے والے بعض نظریاتی فاصلوں کو علمی طور پر ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے۔[8]

اہلِ حدیث اکثر سنت کو کلّی تشریع مانتے ہیں جبکہ اہل الرائے سنت کو تشریعی و غیر تشریعی میں تقسیم کرتے ہیں۔ اگر اجتہادِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی علمی و متوازن توضیح کی جائے تو یہ دونوں مکاتب کے مابین علمی قربت پیدا کر سکتی ہے۔

7. سیرتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فہم میں گہرائی:

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت اگر صرف ایک تاریخی بیانیہ نہیں بلکہ قانونی و اصولی دستاویز بھی ہے تو پھر سیرت میں مذکور ہر فیصلہ اقدام یا حکمت عملی کی نوعیت واضح ہونا ضروری ہے۔

کیا وہ فیصلہ وحی پر مبنی تھا؟

کیا وہ اقدام اجتہادی تھا؟

کیا اس کا مقصد تشریع تھا یا تدبیر؟

یہ سوالات سیرت کو محض بیانیہ سے نکال کر اجتہادی منہج کی سطح پر لے آتے ہیں، اور اس کے لیے اجتہادی نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریعی حیثیت کو سمجھنا ضروری ہو جاتا ہے۔[9]

8. حدیث و سنت کے محدثانہ مباحث میں افادیت:

کثیر احادیث ایسی ہیں جو فردی، وقتی یا اجتہادی نوعیت رکھتی ہیں۔ اگر ان کو بغیر تحلیل کے عمومی قانون سمجھا جائے تو فقہ میں سختی اور امت پر مشقت پیدا ہو سکتی ہے۔ اجتہادی نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اصول کو سمجھنا حدیث فہمی میں نرمی و حکمت پیدا کرتا ہے، جو کہ مقاصدِ شریعت کے بھی عین مطابق ہے۔[10]

---

[8] حوالہ: محمد زاہد الکوثری، المقالات، ص 75

[9] حوالہ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی، فقہ السیرۃ النبویۃ، ص 102

[10] حوالہ: امام سیوطی، تدریب الراوی، جلد 1، ص 281

ان تمام علمی، اصولی، فقہی اور اجتہادی جہات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ "اجتہادی نبوی ﷺ کی تشریعی حیثیت" کو سمجھنا نہ صرف فقہِ اسلامی کی درست تعبیر کے لیے ضروری ہے بلکہ یہ موضوع عصرِ حاضر میں بھی اجتہاد، سیرت، سنت اور شریعت کے ادراک کے لیے ایک ناگزیر علمی ضرورت بن چکا ہے۔ یہ موضوع وہ علمی محور ہے جس کے گرد فقہائے امت کی فقہی بصیرت اصولیین کی حکمت، محدثین کی روایت شناسی اور سیرت نگاروں کی تدقیق ایک نقطے پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس پر گہرا علمی مطالعہ اور تفصیلی اصولی تجزیہ نہ صرف وقت کی اہم ترین علمی ضرورت ہے بلکہ شریعت فہمی کے سفر میں ایک مضبوط سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

اجتہادی نبوی ﷺ کی اقسام اور ان کی تشریعی حیثیت

نبی کریم ﷺ کا اجتہاد ایک ایسا باب ہے جو نہ صرف سنتِ نبوی کے اطلاقی پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے بلکہ اصولِ فقہ میں "تشریع" "وحی" "اجتہاد" اور "سنت" جیسے تصورات کو ایک وحدت میں ضم کرتا ہے۔

اجتہادی نبوی ﷺ کی اقسام کا تعین اور ان کی تشریعی حیثیت کی تحلیل اس لیے ضروری ہے تاکہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ نبی اکرم ﷺ کے کون سے اجتہادی افعال شریعت کے مستقل مصادر میں داخل ہوتے ہیں اور کن افعال کو عارضی، عرفی یا وقتی تدبیر کے زمرے میں رکھا جائے گا۔

اجتہادی نبوی ﷺ کی اقسام

علماء اصول اور محدثین نے نبی کریم ﷺ کے اجتہادات کی مختلف اقسام بیان کی ہیں۔ ذیل میں ان اقسام کو علمی ترتیب، فقہی توضیح اور اصولی تحلیل کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔

1. فقہی اجتہاد (الاجتہاد الفقهي)

تعریف:

ایسے اجتہادی فیصلے جو فقہی احکام سے متعلق ہوں جیسے مباحات، محظورات، کفارات اور حدود سے متعلق احکامات۔

مثال: قیدیوں کے متعلق اجتہاد (غزوۂ بدر):

نبی ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر کی رائے قبول کی کہ فدیہ لے کر رہا کیا جائے۔ بعد ازاں قرآن کریم نے تنبیہ فرمائی:[11]

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ.سوره الأنفال، آیت 67

تشریعی حیثیت:

اس اجتہاد پر قرآن کریم نے تنبیہ کی جس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ اجتہاد قابل اصلاح تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ فقہی اجتہاد اگر تصویب ہو جائے، تو تشریعی حیثیت رکھتا ہے ورنہ نہیں۔[12]

[11] سورہ الأنفال، آیت 67

[12] حوالہ: ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج2، ص289

امام شافعی، الرسالہ، ص405

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

2.سیاسی وتدبیری اجتہاد(الاجتہاد السیاسی والتدبیري)

تعریف:ایسے اجتہادی فیصلے جو حکومت، معاہدات، صلح، دشمنی، یا تدبیرِ ریاست سے متعلق ہوں۔

مثال: صلح حدیبیہ کا معاہدہ:

نبی ﷺ نے ایک کڑوے اور بظاہر خلافِ شان معاہدے کو قبول کیا، حالانکہ صحابہ کرام کو اس پر اعتراض تھا، لیکن بعد ازاں قرآن نے اس فیصلے کی تحسین کی:[13]

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا"

تشریعی حیثیت:

یہ اجتہاد وحی کی تصویب سے گزر چکا ہے لہٰذا اس کی تشریعی حیثیت مسلم ہے اور سیاسی قیادت کے لیے ایک دائمی اصولی نمونہ ہے۔[14]

3.عسکری وحکمت عملی کا اجتہاد(الاجتہاد الحربي والاستراتیجي)

تعریف: نبی ﷺ کے وہ اجتہادی افعال جو جنگی صف بندی، حکمت عملی، افواج کی تقسیم، دفاعی تدابیر سے متعلق ہوں۔

مثال: خندق کھودنے کا مشورہ:

غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے قبول فرمائی اور مدینہ کے گرد خندق کھدوائی جو اس سے قبل عرب میں معروف نہ تھی۔

تشریعی حیثیت:

یہ اجتہاد عرف و مصلحت پر مبنی تھا لہٰذا اس کی تشریعی حیثیت نہیں بلکہ تدبیری حکمت عملی ہے جس سے اصول و مثال تو اخذ ہو سکتی ہے مگر حکمِ شرعی نہیں۔[15]

4.قضائی اجتہاد(الاجتہاد القضائي)

تعریف:ایسے اجتہادی فیصلے جو نبی ﷺ نے بطور قاضی (جج) صادر فرمائے بغیر وحی

مثال: دو جھگڑنے والوں کا مقدمہ:

آپ ﷺ نے فرمایا:[16]

إنما أنا بشر، وإنكم تختصمون إليّ، ولعل بعضكم أن يكون ألحن بحجته

تشریعی حیثیت: یہ اجتہاد بھی تشریعی حیثیت رکھتا ہے بشرطیکہ وحی کی تصویب حاصل ہو اور امت کے لیے قضائی اصول وضع کرتا ہے۔[17]

---

[13] سورۃ الفتح، آیت 1

[14] حوالہ: امام ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ، ص36

ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج3، ص330

[15] حوالہ: ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج2، ص22

ابن خلدون، المقدمہ، ص251

[16] صحیح بخاری، حدیث 6967

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

5. عرفی و طبعی اجتہاد (الاجتهاد العرفي والطبعي)

تعریف:

ایسے افعال یا اقوال جو نبی ﷺ نے بطور انسان، یا مقامی عرف کے مطابق انجام دیے، بغیر تشریعی مقصد۔

مثال: کھجوروں کی پیوند کاری کا واقعہ:

جب آپ ﷺ نے پیوند کاری سے منع فرمایا اور پیداوار کم ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أنتم أعلم بأمور دنياكم"[18]

تشریعی حیثیت:

اس اجتہاد کی تشریعی حیثیت نہیں، کیونکہ اس کا تعلق دنیاوی امور سے ہے اور شریعت نے ان میں وسعت و آزادی دی ہے۔[19]

تشریعی حیثیت کا اصولی معیار:

علماء نے اجتہادی افعال کی تشریعی حیثیت کے لیے تین اصولی پیمانے مقرر کیے ہیں:

پیمانہ	تفصیل	نتیجہ
آیا اجتہاد پر وحی نازل ہوئی؟	اگر وحی نے تصویب کی تو تشریعی	اگر تردید کی تو غیر تشریعی
اجتہاد کا موضوع کیا ہے	اگر دینی، فقہی یا اخلاقی ہو تو امکان تشریع ہے	اگر دنیاوی یا عرفی ہو تو نہیں
اجماعِ امت یا عملِ صحابہ ہے؟	اگر اجماع یا تواتر ہو تو تشریعی قوت حاصل ہو جاتی ہے	

اسلامی فقہ کی عمارت قرآن، سنت، اجماع اور قیاس جیسے متفقہ مصادر پر استوار ہے۔ ان مصادر میں سنتِ نبوی ﷺ کا درجہ بالاتفاق دوسرے نمبر پر ہے، جو وحی جلی و خفی، تشریعی اقوال، افعال، تقریرات اور سیرتِ طیبہ کے جملہ اجزاء کو شامل کرتی ہے۔ تاہم سنت کے اس بحرِ بے کنار میں ایک لطیف، پیچیدہ اور نہایت دقیق بحث "اجتہادِ نبوی ﷺ" کی حیثیت سے ابھرتی ہے وہ اجتہاد جو نبی کریم ﷺ نے بغیر کسی صریح وحی کے، محض اپنی نبوی بصیرت، فہمِ دینی اور حالات و مصالح کی روشنی میں صادر فرمایا۔

یہ تحقیق جس علمی سوال کے گرد گھومتی ہے وہ یہ ہے:

کیا نبی کریم ﷺ کے اجتہادی اقوال و افعال بذاتِ خود شریعت کے تشریعی ماخذ میں شامل ہیں؟ یا ان کی حیثیت صرف بشری تدبیر یا حکمتِ وقتی کی ہے؟

[17] حوالہ: صحیح بخاری، کتاب الشہادات، حدیث 6967

امام نووی، شرح مسلم، ج12، ص218

[18] صحیح مسلم، حدیث 2363

[19] حوالہ: صحیح مسلم، حدیث 2363

امام قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج13، ص113

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اس سوال کی گہرائی صرف فقہی اور اصولی حدود تک محدود نہیں بلکہ اس کا اثر: سنتِ نبوی کی تعبیر, فقہی استنباط کی صحت, مقاصد الشریعہ کی تطبیق, سیرت فہمی کے زاویے اور جدید اجتہادی عمل تک پھیل جاتا ہے۔

اس تحقیق میں ہم نے اس اہم ترین موضوع کو متعدد جہات سے پرکھا: اجتہاد کی تعریف، اقسام، تشریعی حیثیت فقہائے کرام کی آراء، بنیادی دلائل اور عصر حاضر میں اس کی معنویت۔

اختتامی تجزیہ (Analytical Conclusion)

1. اجتہادی نبوی ﷺ، وحی سے ماورا نہیں بلکہ وحی کے زیرِ تربیت ہے

نبی کریم ﷺ کا اجتہاد وحی سے جدا کوئی آزاد رائے نہیں بلکہ وہ نبوت کی روحانی نگرانی میں کیا گیا عمل ہے۔ آپ ﷺ جب اجتہاد فرماتے تو اگر وہ صواب ہوتا تو وحی اسے تصویب کرتی اور اگر خطا ہوتی تو وحی تنبیہ و اصلاح فرماتی۔ یہی پہلو اجتہادی نبوی ﷺ کو عام انسانی اجتہاد سے ممتاز کرتا ہے۔[20]

2. اجتہادِ نبوی ﷺ کی حجیت، تصویبِ وحی سے وابستہ ہے

یہ حقیقت علمی دلائل اور نصوص کے اجماع سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کے اجتہادی افعال اگر وحی سے تصویب ہو جائیں تو وہ احکام تشریعی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اگر وحی رد کرے تو وہ تشریع کا حصہ نہیں رہتے۔ اس اصول کو تمام بڑے اصولیین نے تسلیم کیا ہے۔[21]

3. اجتہادی نبوی ﷺ، فقہ اسلامی کے اصولی قواعد کا ماخذ ہے

نبی کریم ﷺ کے اجتہادی فیصلے بعد کے فقہاء و اصولیین کے لیے اصولی رہنما اصول بنے، جن کی بنیاد پر "الضرر یزال"، "المشقة تجلب التیسیر" "الحکم یدور مع علتہ" جیسے قواعد اخذ کیے گئے۔ یہ اصول آج بھی جدید فقہی تطبیق میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔[22]

4. اجتہادی نبوی ﷺ کی اقسام کا فہم سنت کے دائرے کو واضح کرتا ہے

سنت کی اقسام (تشریعی، غیر تشریعی، عرفی، طبعی، تدبیری) کو سمجھنے کے لیے اجتہادِ نبوی ﷺ کی اقسام کو جاننا نہایت ضروری ہے۔ اگر اجتہاد فقہی یا اخلاقی ہے اور وحی سے تائید یافتہ ہے تو وہ سنتِ تشریعی ہے۔ بصورت دیگر، وہ اتباع کا مستحب دائرہ تو ہو سکتی ہے مگر واجب الاتباع نہیں۔[23]

5. معاصر اجتہاد میں اجتہادِ نبوی ﷺ ایک عملی نمونہ ہے

آج جب امت کو مالیاتی، سائنسی، سیاسی، بین الاقوامی، طبی اور ماحولیاتی شعبوں میں جدید اجتہاد کی ضرورت ہے تو نبی کریم ﷺ کا اجتہادی منہج ہمارے لیے نہایت مفید نمونہ پیش کرتا ہے جس میں: مشاورت (شوریٰ)، مصلحت شناسی، عرف کی رعایت، تدریج فی الاحکام اور حکمت و نرمی پائے جاتے ہیں۔[24]

---

[20] حوالہ: امام شافعی، الرسالہ، ص 405

[21] حوالہ: امام آمدی، الإحکام، ج4، ص295

[22] حوالہ: شاطبی، الموافقات، ج2، ص312

[22] حوالہ: وہبہ الزحیلی، أصول الفقہ الإسلامی، ج1، ص127

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

6. جدیدیت پسند تنقید کے خلاف اجتہادی نبوی ﷺ کی حجیت ایک دفاعی دیوار ہے

کچھ جدید متجددین (مثلاً محمد شحرور، نصر حامد ابوزید) اجتہاد نبوی ﷺ کو محض تاریخی تدبیر یا شخصی رائے قرار دے کر اس کی شریعت میں حجیت کا انکار کرتے ہیں۔ یہ موقف سنتِ رسول ﷺ کے مرکزی مقام کو محدود کرتا ہے۔ اجتہادِ نبوی ﷺ کی صحیح تفہیم ان نظریات کے خلاف علمی دفاع فراہم کرتی ہے۔[25]

7. امتِ مسلمہ میں علمی و فقہی وحدت کے قیام میں کلیدی کردار

اجتہادی نبوی ﷺ کی درست تعبیر اہل حدیث و اہل الرائے اصولیین و محدثین اور مجتہدین و مقلدین کے مابین علمی ہم آہنگی پیدا کر سکتی ہے۔ یہ فقہی تفریق کو اصولی تطبیق سے بدلنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔[26]

تحقیقی نتائج

1. نبی کریم ﷺ کا اجتہاد وحی کے تحت محفوظ اور بابرکت عمل ہے جو عام اجتہاد سے اعلیٰ وارفع ہے۔
2. اجتہادِ نبوی ﷺ جب وحی سے تصویب پالے تو وہ سنتِ تشریعی کا درجہ اختیار کرتا ہے۔
3. فقہی اصولوں کا ایک بڑا حصہ نبی ﷺ کے اجتہادی افعال سے ماخوذ ہے، جو آج بھی فقہی تفہیم کے بنیادی مراجع ہیں۔
4. نبی ﷺ کے اجتہادی منہج سے عصرِ حاضر کے اجتہادی مناہج میں توازن، وسعت اور حکمت پیدا ہو سکتی ہے۔
5. جدید نظریاتی فتنوں کے خلاف اجتہاد نبوی ﷺ کا مدلل دفاع سنت اور شریعت کے مقام کو برقرار رکھتا ہے۔

سفارشات (Recommendations)

1. جامعات میں "اجتہاد نبوی ﷺ" پر مستقل کورسز متعارف کروائے جائیں تاکہ سنت کی صحیح تعبیر ممکن ہو۔
2. جدید فقہاء و مفتیان کو نبی ﷺ کے اجتہادی منہج سے روشنی لے کر معاصر مسائل پر فتویٰ دینا چاہیے۔
3. اجتہادی افعال کی تصویب یا عدم تصویب کے اصول پر کتب مرتب کی جائیں تاکہ تشریع کی نوعیت واضح ہو۔
4. سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ میں صرف اخلاقی و تاریخی پہلو پر نہیں بلکہ اجتہادی و تشریعی پہلو پر بھی زور دیا جائے۔

اجتہادی نبوی ﷺ ایک ایسا فقہی و اصولی گوہر ہے جو صرف ماضی کا باب نہیں بلکہ عصر حاضر اور مستقبل کی اجتہادی روایت کا رہنما ہے۔ یہ اجتہاد شریعت کے تقدس، امت کی رہنمائی اور علمی تسلسل کی علامت ہے۔ اگر امت اس اجتہاد کی روح کو سمجھے اس کی حدود و دائرہ کار کا ادراک کرے اور اس کے اصولوں کو اپنا شعار بنائے تو یقیناً اسلامی شریعت ایک زندہ متحرک اور عالمی نظام کے طور پر دنیا کے سامنے ابھر سکتی ہے۔

مصادر و مراجع

1. الشافعی، محمد بن ادریس۔ الرسالہ. قاہرہ: المکتبۃ الأزہریۃ للتراث، 1952۔
2. ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم۔ مجموع الفتاویٰ. مکہ مکرمہ: دار عالم الفوائد، 1995، جلد 19۔

[24] حوالہ: ڈاکٹر یوسف القرضاوی، الاجتہاد المعاصر، ص 92

[25] حوالہ برائے تنقید: ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات اصولِ فقہ، ج 1، ص 98

[26] حوالہ: امام سیوطی، الرد علی من أخلد إلی الأرض، ص 112

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

3. شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ. بیروت: دارالمعرفۃ، 1997، جلد 4۔
4. الزحیلی، وھبہ۔ اصول الفقہ الاسلامی. دمشق: دارالفکر، 2005، جلد 1۔
5. البوطی، محمد سعید رمضان۔ فقہ السیرۃ النبویۃ. دمشق: دارالفکر، 2003۔
6. غزالی، ابو حامد محمد بن محمد۔ المستصفی فی علم الاصول. بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1993، جلد 1۔
7. سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی. قاہرہ: دار ابن کثیر، 1993، جلد 1۔
8. نووی، یحییٰ بن شرف۔ شرح صحیح مسلم. بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2000، جلد 12۔
9. قرطبی، محمد بن احمد۔ الجامع لأحکام القرآن. بیروت: دار الکتب العربی، 1988، جلد 13۔
10. ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ تفسیر القرآن العظیم. بیروت: دارالمعرفۃ، 1999، جلد 2۔
11. ابن ہشام، عبد الملک۔ السیرۃ النبویۃ. بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2001، جلد 2و3۔
12. ابن خلدون، عبد الرحمن۔ المقدمۃ. قاہرہ: المکتبۃ العصریۃ، 1968۔
13. قرضاوی، یوسف۔ الاجتہاد المعاصر بین الانضباط والتفلت. قاہرہ: دار الشروق، 2000۔
14. منصوری، محمد طاہر۔ معاصر اجتہاد کا فکری و اصولی جائزہ. اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2010۔
15. الکوثری، محمد زاہد۔ المقالات. قاہرہ: مکتبۃ التوحید، 1953۔
16. غازی، محمود احمد۔ محاضرات اصولِ فقہ. اسلام آباد: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 2004، جلد 1۔
17. ابن تیمیہ، احمد۔ السیاسۃ الشرعیۃ. ریاض: دارالاسلام، 1997۔
18. آمدی، علی بن محمد۔ الإحکام فی اصول الأحکام. بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2002، جلد 4۔
19. مسلم، امام۔ صحیح مسلم. قاہرہ: دارالسلام، 2000، حدیث 2363۔
20. بخاری، امام محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری. بیروت: دار طوق النجاۃ، 2001، حدیث 6967۔
21. رازی، فخر الدین۔ التفسیر الکبیر. بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1999، جلد 5۔
22. ابن عاشور، محمد الطاہر۔ مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ. تیونس: دار السلام، 2001۔
23. عسکری، نصر۔ الاجتہاد فی التشریع الاسلامی. قاہرہ: دار الکتب، 2006۔
24. خضری، محمد۔ اصول الفقہ. قاہرہ: مطبعۃ البابی، 1920۔
25. فتح اللہ خلیفہ۔ اجتہاد النبی ﷺ بین الوحی والبشر. بیروت: دارالاسلام، 2015۔